Vol.3 No.3 2020
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

اردو زبان کی نشو نما میں دیگر زبانوں کا حصہ

The contribution of other languages in the development of Urdu language

ڈاکٹر روبینہ پروین[1]، غزل یعقوب[2]

Abstract:

Language is a medium to communicate and express feelings and point of view with each other. Urdu language comes into existence after the entry of Muslims emperor and other nations in sub-continent. These communications with inhabitants greatly affect the local language and words from different languages merge into one language known a Urdu. According to linguistic, Urdu language belongs to AARAI family and they all agreed that ancient Urdu language appeared in 18th century from Hindi or Hindui language. Urdu is a lingua France language and it is greatly influenced by other languages such as Hindi, Portugal, English, Arabic, Turkish and Persian. Different words from these languages merged in Urdu in such a way that it is now difficult to identify that which word is originally from which language.

زبان احساسات، جذبات اور افکار کے اظہار کا بنیادی وسیلہ ہے اس کے ذریعے افراد ایک دوسرے سے مکالمہ کرتے ہیں اور جس سے معاشرتی ضروریات کی تکمیل ہوتی ہے۔اردو زبان کی ابتدا مسلم فاتحین اور دیگر اقوام کی پاک وہند میں آمد اور مقامی لوگوں سے میل جول اور مقامی زبان پر اثرات سے ہوا۔ اس اثر پذیری کے عمل سے ایک زبان وجود میں آنے لگی جو آہستہ آہستہ مختلف مراحل سے گذر کر اردو کہلائی۔ماہرینِ لسانیات اردو زبان کا تعلق ہند آریائی خاندان سے جوڑتے ہیں اور وہ اس بات پر متفق ہیں کہ قدیم اردو کا آغاز اٹھارویں صدی عیسوی میں ہندی یا ہندوی سے ہوتا ہے اور اردو لشکری زبان ہے جس میں دیگر زبانوں ہندی، پرتگالی، انگریزی، عربی، ترکی اور فارسی کے بے شمار الفاظ شامل ہیں۔ اردو زبان کی رگوں میں ان زبانوں کا خون اتنا سرایت کر چکا ہے کہ اب ان میں تمیز کرنا ہی مشکل ہو گیا ہے کہ کون سا لفظ کس بدیسی زبان کا ہے۔

کلیدی الفاظ: زبان، فاتحین، مراحل، ہند آریائی، لشکری، بدیسی، میل جول

احساسات، جذبات اور افکار کے اظہار کا بنیادی وسیلہ زبان ہے۔ اس کے ذریعے افراد ایک دوسرے سے مکالمہ کرتے ہیں اور جس سے معاشرتی ضروریات کی تکمیل ہوتی ہے۔

اردو زبان کی ابتدا مسلم فاتحین اور دیگر اقوام کی پاک وہند میں آمد اور مقامی لوگوں سے میل جول و مقامی زبان پر اثرات سے ہوا۔ اس اثر پذیری کے عمل سے ایک زبان وجود میں آنے لگی جو آہستہ آہستہ مختلف مراحل سے گزر کر اردو کہلائی۔ زبان کی پیدائش کے بارے میں ایک بات حتمی ہے کہ یہ کسی ایک وقت میں پیدا نہیں ہوئی بلکہ اس میں وقت اور علاقے کا کوئی عمل دخل ہی نہیں ہے۔ یہ تو سماجی ضرورت کے تحت ایک طویل عمل سے وجود میں آتی ہے اور سماجی تقاضوں کے تحت اس میں تغیر و تبدل کا عمل شعوری اور لاشعوری دونوں سطحوں پر جاری رہتا ہے۔ اس سلسلہ میں ایک اور بات بڑی اہم ہے کہ بڑے بڑے سماجی و سیاسی انقلابات اس کے ارتقائی عمل کر شدت سے متاثر کرتے ہیں اور ان سب سے گزر کر زبان میں نکھار اور پختگی آتی ہے۔

---

[1] پی ایچ ڈی ریسرچ ایسوسی ایٹ، شعبہ اُردو، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد
[2] ٹیچنگ ریسرچ ایسوسی ایٹ، شعبہ اُردو بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

Vol.3 No.3 2020
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

ماہرینِ لسانیات اردو زبان کا تعلق ہند آریائی خاندان سے بتاتے ہیں اور وہ اس بات پر متفق ہیں کہ قدیم اردو کا آغاز اٹھارہویں صدی عیسوی میں ہندی یا ہندوی زبان سے ہوتا ہے۔ طلوعِ اسلام سے بہت پہلے عرب ہندوستان میں مالا بار کے ساحلوں پر بغرض تجارت آئے تھے اور ان کو آپس میں لین دین کے معاملات و گفتگو کے لیے یقیناً زبان کا مسئلہ درپیش آتا ہوگا۔ اسی میل ملاپ اور اختلاط و ارتباط سے لفظوں کا ردوبدل ہوا اور مقامی ہندوی زبان میں عربی کے الفاظ نے جگہ پائی۔[۱] اردو زبان میں عربی الفاظ کی بھرمار پائے جانے کے پیشِ نظر سید سلمان ندوی نے اس امر کی گواہی دی ہے کہ مسلمان فاتحین جب سندھ پر حملہ آور ہوئے اور یہاں کچھ عرصہ تک ان کی حکومت بھی رہی تو یہاں پر مقامی لوگوں کے ساتھ رہن سہن شروع کیا تو مقامی زبانوں پر کافی اثرات مرتب کیے۔[۲] ان مقامی لوگوں میں سے اکثر مسلمان ہوگئے اور انھوں نے عربی زبان میں عبادات ادا کرنا شروع کیں اور اس طرح رفتہ رفتہ ان کی روزمرہ زبان میں بھی عربی الفاظ شامل ہونے لگے۔ اس کے علاوہ علماء نے تبلیغ دین کے لیے عربی کی مسنون دعائیں، احادیث سیکھی اور مقامی زبان (اردو) ہی میں دینی و ادبی رسائل لکھنا شروع کیے جس کے لیے بہت سے عربی الفاظ، اسلوب اور افکار و نظریات عربی زبان سے مستعار لیے اور یوں اردو پر عربی زبان کے اثرات مرتسم ہونا شروع ہوگئے۔ جس کی تفصیل اس طرح ہے۔

الف۔ اردو میں عربی کے حروف تہجی:

ا	ب	ت	ث	ج	ح	خ	د	ذ	ر	ز
س	ش	ص	ض	ط	ظ	ع	غ	ف	ک	ق
ل	م	ن	و	ھ	ء	ی	ے[۳]			

اردو زبان میں عربی کے الفاظ کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ بطور نمونہ کچھ الفاظ جہاں نقل کیے جاتے ہیں۔

رمضان۔ صوم وصلوۃ۔ دعا۔ اجر۔ سنت۔ واجب۔ فرض۔ اذان۔ موذن۔ امام۔ قاری۔ فجر۔ ظہر۔ عصر۔ مغرب۔ عشا۔ قلم۔ کتاب۔

طالب۔ استاد۔ عالم۔ تدریس۔ علم۔ تحقیق۔ محقق۔ شاعر۔ ادیب۔ خوشی و غم۔ فوت۔ موت۔ کفن۔ تدفین۔ معرفت۔ جنازہ۔ ازدواج۔ نکاح۔ حلال و حرام۔ رزق۔ مشروبات۔ برکت۔ نعمت۔ سلام۔ شکر۔ خادم۔ حاکم۔ قاضی۔ امن۔ فساد۔ حکومت۔ انتظام۔ ملک۔ خیال۔ فکر۔ ادب۔ شعر۔ صبر۔ اظہار۔ حکمت۔ تصنیف و تالیف۔ تفسیر۔ ترجمہ۔ تفصیل۔ اختصار وغیرہ۔

اردو زبان میں بہت سے الفاظ کے ساتھ ساتھ اردو ادب کی کچھ اصناف بھی عربی زبان سے آئے ہیں مثلاً غزل، حمد، نعت، مرثیہ اور قصیدہ عربی ہی کے الفاظ ہیں اور ان کا ردو میں مفہوم بھی وہی ہے جس طرح اس زبان نے عربی کے الفاظ، اصناف کو اپنے اندر جذب کر رکھا ہے اسی طرح کہاوتوں کی ایک کثیر تعداد بھی اردو بول چال میں پائی جاتیں ہیں مثلاً

انما الاعمال بالنیات (عمل نیتوں پر ہے)

الحمد للہ (سب طرح کی تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے)

الحیاء جز من الایمان (حیا ایمان کا جز ہے)

اول الطعام بعد الکلام (پہلے کھانا پینا اس کے بعد بات)

انا للہ وانا الیہ راجعون (بے شک ہم اللہ کے لیے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں)

اللہ اکبر (مسلمانوں کا جنگی نعرہ کہ اللہ سب سے بڑا ہے)[۴]

مندرجہ بالا بیان سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ اردو زبان نے عربی سے کافی الفاظ، تراکیب، محاورے اور اصناف وغیرہ مستعار لیے ہیں۔ اردو زبان نے کتنے ہی مراحل طے کر کے موجودہ زبان کا روپ اختیار کیا ہے۔ اس بات سے کون واقف نہیں۔ حجاز سے عربیوں کی آمد، غزنی سے آل غزنیہ، تیموری خاندان، غوری، لودھی اور خلجی وغیرہ آئے۔ انھوں نے ایک نئی زبان کو جنم دیا جو بہت سے مراحل طے کر کے ہماری قومی زبان کی حیثیت سے مستعمل ہے۔ یہ ایک مخلوط زبان ہے جس کی تکمیل و تشکیل میں کئی زبانوں کا ہاتھ ہے ان میں سے ایک فارسی زبان بھی ہے اس بارے میں ڈاکٹر محمد افضال لکھتے ہیں کہ

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

اردو خیبر سے لے کر کلکتہ تک کے میدانی علاقوں کی توانائیوں سے جس طرح سیراب ہوئی اس سے اس زبان کی ہر قسم کے ماحول اور حالت میں مسلسل پنپ سکنے کی عجیب وغریب صلاحیت کا پتہ چلتا ہے۔ اردو ایسی زبان ہے جو اپنی معاصر زبانوں کے ساتھ مخاصمانہ سلوک رکھنے کی بجائے ہمیشہ مفاہمانہ طرزِ عمل اختیار کرتے آئے ہیں۔۵

مغل، جب بحیثیت فاتح اس ملک میں آئے تو ان کی زبان نہ صرف فارسی تھی بلکہ کچھ تو ترکی زبان سے بھی تعلق رکھتے تھے۔ تقریباً ایک ہزار سال تک برصغیر پر مسلمانوں کی حکومت رہی اور ان کی سرکاری زبان فارسی تھی۔ اس تمام عرصہ میں فارسی زبان کا انجذاب مقامی زبان پر ہوا جس سے نئی زبان کا ہیولہ تیار ہوا۔ شروع شروع میں یہ زبان نہایت سادہ تھی اور عوام الناس کی معمولی ضروریات پورا کرنے کے لیے کافی تھی۔ جوں جوں اس میں ترقی ہوتی گئی اور وہ ادبی زبان بنتی گئی۔ اسی قدر اس میں بدیسی زبانوں کے الفاظ شامل ہوتے گئے اور ایک وقت ایسا آیا کہ ادیبوں اور شاعروں نے اپنی تصانیف میں جدت کی چاشنی دینے کے لیے دوسری زبانوں خصوصاً فارسی زبان کے الفاظ، تراکیب اور محاورات کو جو اصلی زبان سے بالکل اجنبی تھے، ان کو استعمال کرنا شروع کر دیا اور اس کے ساتھ ساتھ فارسی رسم الخط بھی تھوڑی سی ترمیم کے ساتھ ہندی کی جگہ رائج ہوا۔ اس وجہ سے کہ فارسی الفاظ فارسی خط میں بہ نسبت ہندی کے زیادہ آسانی اور صحت کے ساتھ لکھے جاسکتے تھے۔ اس کے علاوہ اردو شاعری پر بھی فارسی شاعری کا اثر پڑا اور وہ بھی فارسی شاعری کے قدم بہ قدم چلنے لگی۔ فارسی بحریں، مضامین، طرزِ بیان، تلمیحات، تراکیب اور محاورے سب کچھ فارسی زبان سے لیا گیا۔ حتیٰ کہ اردو کا علم عروض بھی فارسی عروض کے تابع ہو گیا۔۶

یوں تو کلاسیکی شعراء کے کلام پر فارسی زبان غالب نظر آتی ہے مگر یہاں پر اُن کی زیادہ تفصیل بیان کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ صرف چند محاورات اور ضرب الامثال کو بطور نمونہ پیش کرنا ضروری ہے۔

آب آب ہونا۔ استراحت فرمانا۔ جام لبریز ہونا۔ کف افسوس ملنا۔ کفِ بیضا موسیٰ۔ یک جان دو قالب ہونا۔ یک نہ شد دو شد۔ نام و نمود۔ مار آستین۔ مار گزیدہ۔ ماہی بے آب۔ درد آشنا۔ دست و گریبان ہونا۔ دست تاسف ملنا وغیرہ ایسے بے شمار محاورے ہیں جو اردو میں عام ہیں جن پر فارسی کا گمان بھی نہیں ہوتا مگر فارسی میں بھی یہ ایسے ہی استعمال ہوتے ہیں۔

اسی طرح اگر غالب کو دیکھیں تو وہ دونوں زبانوں کے شاعر ہیں۔ ان کے طرزِ ادا اور رنگِ سخن کو مبہم اور فارسی زدہ کیا گیا ہے کیوں کہ انھوں نے فارسیت کا راستہ اختیار کرتے ہو۔ "زبان غالب ایجاد کی ہیں۔ یہاں بطور نمونہ غالب کی فارسی تراکیب درج کی جاتی ہیں۔

نقش فریادی۔ سرگشتہ خمار رسوم و قیود۔ جوہر اندیشہ۔ طرز تپاک اہل دنیا۔ ہمت دشوار پسند۔ مجموعہ خیال۔ تالیف نسخہ ہائے وفا۔ چارہ سازی وحشت۔ فیض بے دلی۔ شرمندہ معنی۔ گزر گاہ خیال۔ دیدہ عبرت نگاہ۔ ہوس ناونوش۔ دامان باغبان وکف گل فروش۔ جنت نگاہ۔ فردوس گوش۔ گنجینہ گوہر وغیرہ۔ اس طرح کی بے شمار تراکیب کلام غالب میں موجود ہیں۔ خود غالب اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ ان کی اردو میں فارسی و عربی کا عمل دخل بہت زیادہ ہے۔ وہ ایک خط میں لکھتے ہیں کہ

> فارسی و عربی کو باہم ربط دے کر ایک اردو پیدا کیا ہے۔ سبحان اللہ وہ زبان نکلی کہ نہ تیری فارسی میں وہ خزانہ نہ تیری عربی میں وہ ذوق۔۸

ابراہیم ذوقؔ، داغ دہلوی۔ مومن۔ بہادر شاہ ظفر اور دیگر معاصرین کے ہاں بھی ایسا اسلوب ہے جو اردو میں فارسی محاورات وتراکیب اور الفاظ کو اس طرح استعمال کرتے ہیں کہ وہ اردو کا ہی حصّہ نظر آتے ہیں۔ داغ دہلوی کے فارسی تراکیب اور الفاظ کے استعمال کے بارے میں سید عابد علی عابد رقم طراز ہیں کہ

> داغ کے ہاں اردو محاورے اور روزمرہ کی یہ کیفیت ہے کہ فارسی الفاظ اور تراکیب کے باوصف شعر کا آہنگ خالصۃً اردو ہے۔۹

فارسی چونکہ حکمرانوں کی زبان تھی اور ایک ایسی زبان تھی جو رزم بزم، حسن وعشق کی داستانوں کے لیے نہایت موزوں تھی۔ اس لیے لوگ ایسے موقعوں پر فارسی الفاظ ہی بولنا پسند کرتے تھے تو ایسے حالات میں پُرزور لفظوں کے سامنے دیسی الفاظ اور محاروں کو خواہ مخواہ پیچھے ہٹنا پڑا۔ اس لیے کہ زمانہ ان کو پسند نہیں کرتا تھا۔

Vol.3 No.3 2020
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

عربی اور فارسی کا تو اردو پر بہت گہرا اثر پڑا ہی تھا لیکن ترکی زبان کا اثر بھی کچھ کم نہیں پڑا۔ اردو اور ترکی بولنے والی اقوام اگرچہ جغرافیائی سطح پر ایک دوسرے سے بہت دور ہیں لیکن تاریخ کے اوراق الٹ کر دیکھیں تو ان کے درمیان تہذیب و تمدن کی سطح پر کئی ایک اشتراکات ایسے ہیں جن کے باعث یہ اقوام نہ صرف ایک دوسرے کے قریب تھیں بلکہ بہت سے تہذیبی رشتوں کے باعث آپس میں جڑی ہوئی بھی تھیں۔ ترکی اور اردو کے مشترک الفاظ کے سلسلے میں یہ تاریخی حقیقت سامنے رکھنی چاہیے کہ سرزمین پاک و ہند پر ایک طویل عرصے تک حکمران رہنے والے خاندان ترکی النسل تھے۔ مغل حکمران بابر ترکی زبان کا ادیب و شاعر تھا۔ اس نے تزک بابری بھی ترکی میں رقم کی اور جہاں گیر و شاہ جہاں بھی ترکی بولتے تھے لیکن بعد کے حکمرانوں نے ترکی کی بجائے فارسی کو ذریعہ اظہار بنایا۔ ۱۰

مغل دورِ حکومت میں ہندوستانی معاشرت کے بارے میں ڈاکٹر گوہر نوشاہی لکھتے ہیں کہ

> برصغیر ترک، ایران اور مرکزی ایشیائی تہذیب کا نقش ثانی نظر آتا ہے۔ خوراک، لباس، آداب و رسوم، ادب غرض کہ پوری اجتماعی زندگی اس تہذیب کی آئینہ دار تھی۔ ۱۱

ترکی اور اردو لسانی روابط کے سلسلے میں محض الفاظ کا ہی نہیں بلکہ بعض دیگر عناصر بھی ذکر لائق ہیں۔ اردو زبان عربی رسم الخط میں لکھی جاتی ہے اور ترکی بھی ایک عرصے تک اسی رسم الخط میں لکھی جاتی رہی ہے۔ ترکی کا عربی رسم الخط میں لکھا جانا عموماً عہد عثمانی میں دیکھا جا سکتا ہے۔ دائرہ معارف اسلامیہ کے مطابق

> تیرھویں صدی کی قدیم ترین اناطولی دستاویزوں سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ عربی الفبا ہی وہ الفبا تھی جس میں ترکی لکھی جاتی تھی۔ ۱۲

اگر ترکی زبان میں ذخیرۂ الفاظ کا جائزہ لیا جائے تو ترکی زبان و ادب پر سنسکرت عربی اور فارسی نے لسانی سطح پر کم و بیش ویسے ہی اثرات مرتسم کیے ہیں جیسے کہ برصغیر میں اردو پر ہوئے تھے۔ اردو اور ترکی پر یورپی زبانوں کے اثرات سے قبل دونوں زبانوں پر عربی و فارسی ہی کا فیض ہے جس سے ان کے اندر ایسا ذخیرۂ الفاظ شامل ہوا جو ایک مشترک تہذیبی ورثے سے تعلق رکھتا ہے۔ اردو اور ترکی کے مشترک الفاظ پر غور کریں تو ایک بڑا حصّہ ان ہی الفاظ پر مشتمل ہے جو عربی و فارسی سے تعلق رکھتا ہے اور ان زبانوں کے توسط سے نہ صرف اردو اور ترکی کو مشترک ذخیرۂ الفاظ ملا ہے بلکہ لسانی سطح پر کئی ایک اشتراکات سامنے آئے جس وجہ سے یہ دعویٰ غلط نہیں کہ

> ترکی زبان اور اردو میں نہ صرف تیس سے چالیس فیصد الفاظ مشترک ہیں بلکہ دونوں زبانوں کے محاورے، ضرب المثال، استعارے، تشبیہیں اور جملوں کی بناوٹ حیران کن حد تک ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہے۔ ۱۳

اردو میں ذخیرہ ترکی کے الفاظ کو بطور نمونہ پیش کیا جاتا ہے۔ اردو اور ترکی کے مشترک الفاظ جن کی اصل عربی ہے مثلاً
تجارت۔ اجرت۔ ادب۔ تشہیر۔ تلفظ۔ حیوان۔ زمین۔ ظالم۔
اردو اور ترکی کے مشترک الفاظ جن کی اصل فارسی ہے مثلاً صفت کار۔ تاج۔ ژالہ۔ کمر۔ لالہ۔ ویران۔ استعفیٰ نامہ۔ سرمایہ۔
اردو اور ترکی کے مشترک الفاظ جن کی اصل یونانی ہے مثلاً فوٹو کاپی۔ اکانومی۔ لیموں۔ پیراگراف۔ کیلی گرافی وغیرہ
اور اسی طرح اردو و ترکی الفاظ جن کی اصل ترکی ہے مثلاً خاتون۔ توپ۔ چاقو۔ انا۔ قلم۔ چمچہ۔ ایلچی وغیرہ۔

زبان اردو پر عربی، فارسی اور ترکی زبان کا اثر تو پڑا ہی تھا اس کے ساتھ پرتگالی اور انگریزی کا بھی اثر بھی کچھ کم نہیں ہوا البتہ ڈچ اور فرنچ کے جمائے ہوئے نقش یا تو مٹ گئے یا ہیں بھی تو اس قدر دھندلے کہ معلوم نہیں ہوتے مگر پرتگالی اور انگریزی نے اردو لغات میں معتد بہ اضافہ کیا۔ ۱۴

۱۵۴۰ء میں ہندوستان کی مشہور بندرگاہوں پر برطانوی قابض تھے۔ ان کی آبادیاں ہندوستان کے ساحل پر اور اندرونی ہندوستان میں بھی تھیں۔ اس لیے کہ ان کا تعلق ہندوستان سے عارض نہ تھا بلکہ وہ بحیثیت تاجر و حاکم اور مبلغ کے یہاں رہتے تھے۔ انھوں نے ہندوستان کو بہت ترقی دی اور سترھویں اور اٹھارھویں صدی

Vol.3 No.3 2020

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

میں ان کی زبان ہندوستان کے ایک بڑے حصّے کی زبانِ عام ہو گئی تھی جو محض ہندوستانیوں اور اہلِ یورپ کے درمیان تبادلۂ خیال کا ذریعہ ہی نہ تھی بلکہ یورپ کے سوداگر بھی آپس میں اسی زبان میں گفتگو کرتے تھے اور اسی زبان میں عیسائی پادری اپنے مذہب کی اشاعت و تبلیغ کرتے تھے چنانچہ اسی وجہ سے برطانوی زبان کو بہت سے ایسے مواقع ملے کہ وہ اپنا اثر یہاں کی دیسی زبانوں پر ڈال سکیں۔[۱۵]

سب سے زیادہ اثر مقامی زبانیں بنگلہ، مرہٹی، آسامی اور آریا پر ہوا اور اسی طرح دوسری زبانیں بھی اردو پر اپنا اثر ڈال رہی تھیں۔ پُرتگالی الفاظ دیسی زبانوں میں تو اپنی اصلی حالت میں نہیں رہے بلکہ جس بگڑی ہوئی شکل میں ہندوستان میں وہ بولے جاتے تھے اور ہندوستانی زبانیں اس کو قبول کر سکتی تھیں۔ اسی ہیئت پر وہ اب بھی بکثرت موجود ہیں۔ اہلِ پُرتگال نے محض اپنی زبان کے الفاظ ہندوستانی زبانوں میں داخل نہیں کیے بلکہ بہت سی عربی، فارسی اور ہندی الفاظ بھی اکثر یورپی زبانوں میں پہنچا دیئے۔ اس کے علاوہ اکثر عربی و فارسی لفظ پرتگالی سے مسخ ہو کر اردو میں داخل ہوئے مثلاً از قسم میوہ جات و اشیاء طعام ثلاً اچار، اناناس، افوس (قسم انبہ) بسکٹ، کاجو، پپیتا، تمباکو، چائے، ساگھ، گوبھی وغیرہ اور اس طرح کے دیگر الفاظ یہ ہیں۔ الماری، بالٹی، بوتل، پستول، صابون، کوچ، کپتان، کارتوس، میز، تولیہ، قمیض، کاج، پادری، گرجا، کراس، روٹی، چھاپہ، نیلام، مستری، کمرہ اور روپیہ وغیرہ اور اسی طرح سے انگریزی الفاظ کچھ یوں ہیں۔ ایڈیٹر، ٹیسٹ، رِڈار، پکنک، ٹینٹ، جیکٹ، ٹینک، سروس وغیرہ۔ انگریزی زبان و ادب نے اردو نظم و نثر کو بہت فائدہ پہنچایا۔ اس زبان نے وہ الفاظ اردو میں داخل کیے جن کی جگہ پر کوئی دوسرا لفظ موجود نہیں تھا اور وہ الفاظ اب زبان زدِ عام ہو گئے ہیں۔ اس کے علاوہ ترجے کا بھی یہ نتیجہ ہوا کہ اس کی بدولت اکثر انگریزی لفظ اردو میں شامل ہو گئے۔ اسی طرح وہ انگریزی الفاظ جو بضرورت اردو میں داخل اور مستحکم ہو گئے ہیں۔ ان کو اردو سے خارج کرنا بھی اندیشہ سے خالی نہیں ہے۔ اردو کو مال دار ہونا چاہیے۔ خواہ عربی، فارسی، ترکی، پرتگالی اور انگریزی الفاظ ہوں۔ صرف یہی ایک طریقہ اردو زبان کی تکمیل اور ترقی کا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ سید سلمان ندوی، نقوش سلیمانی، مکتبہ شرق، کراچی، ۱۹۵۶ء، ص ۲۵۔

۲۔ ایضاً، ص ۳۰۔

۳۔ صفدر قریشی، وحدت اللسان (جلد اول)، فیض الاسلام پرنٹنگ پریس، راولپنڈی، س۔ن۔، ص ۱۲۰۔

۴۔ مقبول الٰہی، اردو میں مستعمل عربی و فارسی ضرب الامثال، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۹۶ء، ص (پیش لفظ)۔

۵۔ محمد افضال، ڈاکٹر، اردو پر دیگر زبانوں کے اثرات، علمی کتاب خانہ، لاہور، ۲۰۱۳ء، ص ۲۷۔

۶۔ رام بابو سکسینہ، تاریخ ادبِ اردو، کتب خانہ ملیہ کشمیری بازار، لاہور، س۔ن۔، ص ۷۔

۷۔ جمیل جالبی، تاریخ ادب اردو (جلد چہارم)، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۲۰۱۲ء، ص ۱۴۷۔

۸۔ غلام رسول مہر، (مرتب) خطوط غالب، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، ۱۹۶۹ء، ص ۸۶۳۔

۹۔ سید عابد علی عابد، داغ کے کلام پر انتقاد، مشمولہ مہتاب داغ، مجلس ترقی ادب، لاہور، س۔ن۔ ص ۱۱۵۔

۱۰۔ دائرہ معارف اسلامیہ، شعبۂ اردو، پنجاب یونیورسٹی، لاہور (جلد ۵)، ۲۰۰۵ء، ص ۲۴۸۔

۱۱۔ گوہر نوشاہی، فرہنگ مشترک، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۹۷ء، ص ۸۔

۱۲۔ دائرہ معارف اسلامیہ، محولہ بالا، ص ۲۵۹۔

۱۳۔ شیخ کرنل مسعود اختر، ترکی میں اردو، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۶ء، ص ۲۔

۱۴۔ رام بابو سکسینہ، تاریخ ادب اردو، کتب خانہ ملیہ کشمیری بازار، لاہور، س۔ن۔، ص ۳۔

۱۵۔ ایضاً، ص ۶۔

۱۶۔ ایضاً، ص ۸۔